احیاء تکریم انسانیت اور عصر حاضر کے چیلنجز کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

Revival of Respect for Humanity and Solutions to Contemporary Challenges in the Light of Islamic Teachings

Dr. Shazia
Assistant Professor GCWUF
Department of Islamic Studies
Email: shazia.adnan81@gmail.com
Fizzah Hussain
MPhil Scholar GCWUF
Email: Fizzahhussain221@gmail.com

ABSTRACT

Allah Almighty has elevated man to the highest position among the noblest of creations. He has enlightened his chest with knowledge and consciousness and elevated him to the position of Caliphate. He has adorned his character with the qualities of love, sweetness, intelligence, wisdom, selflessness and sacrifice. He has declared human life as sacred and has obligated all creatures to respect it. Respect and honor for humanity is the basic need of the present era. In the present era, humanity is facing challenges such as class division, social inequality, racism, political interests, and global human rights violations. In the modern era, love and human compassion have been replaced by hatred and indifference. Respect for humanity has always been given priority in Islamic teachings. To meet the challenges of the present era and to revive respect for humanity, it is essential to implement the teachings of Islam on human equality and human unity, rejecting differences of color, race, religion, and nationality.

Keywords: Humanity, Dignity, Wisdom, Respect, Present Challenges, Islamic teachings

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کے بلند مرتبے پر فائز کیا ہے۔ اس کے سینے کو علم و شعور سے منور کر کے منصب خلافت سے سرفراز فرمایا ہے. اس کے کردار کو محبت و حلاوت، ذہانت و فطانت اور ایثار و قربانی کے اوصاف سے مزین کیا ہے۔ حیات انسانی کو محترم قرار دے کر تمام مخلوقات کو اس کی تکریم کا پابند فرمایا ہے۔ انسانیت کی عزت و تکریم عصر حاضر کی بنیادی ضرورت ہے موجودہ دور میں انسانیت کو طبقاتی تقسیم، معاشرتی عدم مساوات، نسل پرستی، سیاسی مفادات اور عالمی سطح پر انسانی حقوق کی پامالی جیسے چیلنجز کا سامنا ہے۔ جدید دور میں محبت اور انسانی

ہمدردی کی جگہ نفرت اور بے حسی نے لے لی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ہمیشہ انسانیت کی عزت و تکریم کو اولیت دی گئی ہے، موجودہ دور کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے اور تکریم انسانیت کے احیاء کے لیے ضروری ہے کہ رنگ و نسل اور مذہب و قومیت کے فرق کو رد کرتے ہوئے اسلام کی مساوات انسانی اور وحدت انسانی کی تعلیمات کو نافذ کیا جائے۔

تعارف:

لفظ "تکریم" کے اردو معانی "تعظیم، اکرام، اعزاز، خاطر مدارات، او بھگت، بزرگی، عزت، ادب۔"(۱)

عربی زبان سے ماخوذ ھے، یہ باب تفعیل سے مصدر ہی اسکا مادہ "ک رم" ھے، جسکا معانی ھے کسی انسان کا معزز اور لائق تکریم ھونا ھے (۲)- تکریم (انگریزی: ایک مثبت احساس ہے جو کسی شخص، مقام، تصور یا موقع کے لیے ادب اور لحاظ کے عمل سے مراد لیا جاتا ہے۔Honour)

یہ تعظیم اور خصوصی توجہ، نیز اپنی چو کسی اور قابل احترام کے لیے انتہائی لحاظ اور عمل کی تعریف اور پہچان کے مترادف ہے۔[۳] امام جوھری تکریم کے بارے میں فرماتے ھیں "تکریم اور اکرام دونوں کا ایک ہی مطلب ھے یعنی عزت اور شرف "(۴)

انسانیت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم۔

لفظ انسانیت کئی معنوں میں مستعمل ہے:

انسانیت کا معنی فیروز اللغات میں ہے:

" آدمیت، بشریت، تمیز، شعور، عقل، انسانیت سے پیش آنا، مروت کا برتاؤ کرنا، اخلاق و تہذیب سے بات چیت کرنا"(۵)

انگریزی لغت میں Humanity کا لفظ انسانیت کے لئے استعمال ہوتا ہے:

"جس کے معانی وہ خصوصیات یا شرائط ہیں جو ایک انسان میں ہو سکتے ہیں یعنی انسان کا مجموعی کردار یا انسانیت کا تصور مراد لیا گیا ہے۔"(۶)

تکریم انسانیت کا مفہوم:

تکریم انسانیت سے مراد وہ برتری اور فضیلت ھے جو بنی آدم کو عطا کی گئی ھے اور زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کو اسکے لیے مسخر کر دیا ہے۔ اسے ہر لحاظ سے مکمل اور بہترین بنایا ہے۔ امام ابو حیان فرماتے ھیں: "تکریم انسانیت سے مراد ھے انسان کو عزت اور شرف والا بنایا یعنی اسے تمام محاسن سے متصف کرنا"(۷)۔ ابن کثیر تکریم انسانیت کی وضاحت کرتے ھوئے فرماتے ھیں: "تکریم انسانیت سے مراد یہ ھے کہ اللہ تعالی نے انسان کو کان،

آنکھیں اور دل عطا کر کے بہترین اور کامل مخلوق بنایا ھے۔ ان اعضاء کے ساتھ انسان غور و فکر اور تدبر کرے اوران سے فائدہ حاصل کرے اوران کے ذریعے انسان چیزوں کے درمیان دینی اور دنیاوی نفع و نقصان کی پہچان حاصل کرے"(۸)

اسلام میں تصور تکریم انسانیت:

اللہ عزوجل نے عالم دنیا کو وجود بخشا اور اس میں ہر قسم کی مخلوق پیدا فرمائی۔ حضرت انسان کی تخلیق فرما کر اسے اشرف المخلوقات بنایا۔ اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ موت وحیات کو پیدا کر کے تخلیق انسانی کا مقصد بھی بیان فرمادیا تاکہ کوئی کم عقل یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد محض کھانا، پینا، سونا، خواہشات کی تکمیل، فتح و نصرت، غلبہ واقتدار اور دوسروں پر تسلط قائم کرنا ھے۔

بقول شاعر:

"وتزعم أنك جرم صغير
وفيك انطوى العالم الأكبر"

"تیرا خیال ہے کہ تو ایک چھوٹا سا وجود ہے حالانکہ تیرے اندر ایک بڑا جہان سمٹ آیا ہے۔"

اس کا حقیقی شرف و فضیلت اور بڑائی حیات دنیوی سے حیات اخروی کیطرف بلکہ حیات ابدی کیطرف ہے۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ "(۹)"

انسان کا یہی وہ مقام فضیلت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بے شمار آیات بیان کی ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"فضل کے معنی ہیں کسی چیز کا متوسط ضرورت سے زائد ہونا، الفضیلۃ کے معنی مرتبہ کی بلندی اور برتری کے ہیں، یعنی بھلائی کی کثرت اور زیادتی تفضل علیہ وہ اس سے فضیلت و برتری میں بڑھ گیا اسی سے فواضل المال یعنی مال کا منافع مثلاً زمین کی پیداوار، جانوروں کا کرایہ یا دودھ یا اون وغیرہ۔"(۱۰)

قرآن مجید نے انسان کی عالمین پر فضیلت کو بیان کیا:

"فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ"۔

"میں نے تمہیں تمہاری ہم عصر اقوام پر فضیلت دی۔"(۱۱)

اسلام نے ہمیشہ انسانیت کی عزت و تکریم پر زور دیا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا"

"یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کی اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت بخشی۔"(۱۲)

یہ آیت اس بات کا واضح اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کو عزت بخشی ہے۔ اس آیت میں انسان کی فضیلت اور احترام کا ایک جامع تصور پیش کیا گیا ہے، جو بلا تفریق ہر انسان کے لیے ہے۔ اسلام کی نظر میں ہر انسان چاہے وہ کسی بھی نسل، رنگ مذہب یا قوم سے تعلق رکھتا ہو، عزت و احترام کا مستحق ہے۔ تمام انسان اس فطرت پر پیدا کئے گئے ہیں کہ ان کا کوئی خالق اور کوئی رب اور کوئی معبود اور مطاع حقیقی ایک اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

"ما من مولود الا یولد علی الفطرة فابواه یہودانه او دنصرانه او یمجسانه کما تنتج البهیمة بهیمة جمعاء، هل تحسون فیها من جدعاء"۔

"جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں وہ سب اپنی فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتے ھیں پھر ان کے ماں باپ ان کو یہودی نصرانی یا پارسی بنا دیتے ہیں جیسی چوپایہ جانور پورے بدن کا ہوتا ہے کہیں تم نے کن کٹا بھی پیدا ہوتے دیکھا ہے۔"(۱۳)

انسان کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ھوئے بھی واضح کر دیا کہ انسان پر صرف اللہ تعالی کی بندگی فرض ھے اور اللہ کے علاوہ وہ کسی کا محتاج نہیں۔

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُون"

"میں نے جن اور انس کو پیدا نہیں کیا مگر عبادت کے لئے۔"(۱۴)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ھیں:

"کامل انسان بننے کے لیے کامل عبادت کی ضرورت ھوتی ھے اور وہ علم ظاھری و باطنی کی تحصیل سے حاصل ھوتی ھے۔ لیعبدون "میری عبادت کریں" سے متعلق آپ کی رائے ھے کہ اس سے مراد میری یعنی اللہ کی معرفت حاصل کریں کیونکہ معرفت کے بغیر عبادت ممکن ھی نہیں ھے۔"(۱۵)

معرفت الٰہی کے لیے انسان کے قلب و روح کو روشن کر دینا تکریم انسان کی بہت بڑی دلیل ہے۔

معرفت الٰہی کے حوالے سے ابو سلیمان دارانی فرماتے ھیں:

"اللہ تعالیٰ عارف کے لیے عام حالت میں بھی وہ باتیں کھول دیتے ھیں جو اوروں کے لیے نماز پڑھتے ھوئے بھی نہیں کھولتے ھیں۔"(١٦)

تکریم انسانیت کے اسلامی منہاج:

اللہ تبارک نے انسان کو جس قسم کی قوتیں اور قدرتیں ودیعت کی ہیں اور ان کی بناء پر انسان کو شرف وفضل ملا ان سب کا احاطہ کرنا خود انسان کے بس سے باہر ہے حالانکہ وہ اس کے اندر بروقت موجود ہیں اور موجود رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقہ انداز سے بنی آدم کو عزت واکرام سے سرفراز کیاھے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے مقام انسانیت کو پہچانے اور ان امتیازی اوصاف کے ساتھ زندہ رہے جن کی وجہ سے اس عالم کون ومکان میں اس کی شخصیت کی عزت ومقام متعین ہے۔

تخلیق انسانی: (1)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت میں تخلیق فرمایاھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تقويم"۔

"ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔"(١٧)

رب العالمین نے حضرت انسان کو مشت خاک سے بنایا اور پھر اس میں اپنی پاکیزہ روح پھونکی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ ساجدين"۔

"جب میں اسکو (صورت انسانی میں) سنوار دوں اور پھونک دوں اس میں اپنی طرف سے خاص روح تو اس کے آگے گر پڑنا سجدہ کرتے ھوے۔"(١٨)

قرآن میں روح مراد ایسا عالی عنصر ھے جسکے ذریعے انسان کے اندر بلند صفات اور حق سے تعلق کی استعداد پیدا ھو جاتی ھے۔ یہ انسان کے اندر پاکیزہ صفات سے آراستگی کی صلاحیت شامل کرتی ھے۔ انسان کے لیے اعلی منازل کا تعین کرتی ھے اور طریقہ کار کے خدوخال طے کرتی ھے۔ تکوین وتشکیل کی اس نوعیت کی وجہ سے دوسری تمام مخلوقات سے انسان ممتاز ھو جاتا ھے۔

امام غزالی فرماتے ھیں:

"الجواهر القائم فی الانسان من حيثيت هو حقيقته"۔

ترجمہ: "انسان میں موجود وہ جوھر جو اسکی اصل حقیقت ہے"۔(١٩)

قرآن نے اسی جوھر کو نفس مطمئنہ اور روح سے تعبیر کیا ھے۔ صوفیہ اسے "قلب" کہتے ھیں۔ یہ سب ایک ھی حقیقت کے مختلف نام ہیں جو نفس انسانی کی مختلف کیفیات کے مظہر ھیں۔ تخلیق انسان کے جس پہلو پر بھی نظر ڈالی جائے ایک نئی منفرد سوچ معلوم ہوتی ہے۔ تخلیق انسانی کے تمام مراحل پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ہمارا دنیا میں ظہور فضیلت و تکریم کا حامل ہے اور ہمیں تخلیق کرنے والا موجود ہے اور ہماری تخلیق کوئی اتفاقی امر نہیں بلکہ ہماری زندگی با مقصد ہے اور فضیلت کا تقاضا ہے کہ اپنے مقصد تخلیق کے حصول کے لیے کوشش کریں۔

نیابت الٰہی: (2)

انسان کو نیابت الٰہی کے رتبے پر مبعوث فرماکر اللہ رب العزت نے اسے فرشتوں سے اونچا مقام عطا کیا ھے۔ اس کی خلافت کا اعلان اس کی تخلیق کے اعلان کے ساتھ ہی ہو گیا تھا جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں آیا ہے:

"وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً"

"پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔"(۲۰)

انسان کے لئے خلافت الٰہی کوئی معمولی فضیلت نہیں ہے یہ تو ایک خاص رحمت ھے جس کے لیے فرشتوں کو بھی موزوں نہ سمجھا گیا تھا یہ وہ بار امانت ھے جسکو اٹھانے کی اور صداقت و دیانت کے ساتھ نبھانے کی ذمہ داری بنی آدم نے لی تھی۔ امانت سے مراد بار خلافت ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ:

"إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا"

"اور ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اٹھالیا۔"(۲۱)

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "اس امانت کو اٹھانے کا سوال اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں، آسمانوں اور زمینوں پر پیش کیا تھا سب ڈر گئے اور انکار کر گئے لیکن انسان جو ظاہراً ضعیف مخلوق ہے جو ایک منٹ بھی سانس نہ لے تو مر جائے اس بار عظیم کو اٹھانے کیلئے تیار ہو گیا۔ انسان نے بڑی جرأت سے کہہ دیا کہ مجھے اگر قوت، تمیز، عقل و فہم اور ارادہ و اختیار دے دیا جائے تو میں اس بار کو اٹھانے کیلئے تیار ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان سے اس بات کا عہد بھی لیا جو "عھد ألست بربکم" کے نام سے مشہور ہے۔"(۲۲)

اسی لیے انسان کو با اختیار مخلوق کی حیثیت سے پیدا کر کے اللہ تعالی نے اپنی زمین کے وسیع ذرائع اس کے تصرف میں دے دیئے اور علم و شعور کی تمام طاقتیں اس کو بخش دیں تا کہ یہ اس امتحان سے گزر سکے جس میں کامیاب ہو کر ہی کوئی بندہ اس کی رحمت خاص کو پا کر اسکی رضامندی کا شرف حاصل کرنے میں کامیاب ھو جاتا ھے۔

تسخیر کائنات:(3)

اللہ تعالی نے کائنات کے تمام عناصر اور اجسام کو انسان کے لیے مسخر کر دیا ہے، یہ قوتیں اور اشیاء اس کی معبود نہیں اس کی خادم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تمام اشیاء کو ایسے قوانین کا پابند بنا رکھا ہے کہ جن کی بدولت وہ انسان کے لیے نافع ہو گئی ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:

"أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأرض"

"کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کام پر لگا دیا ہے۔"**(۲۳)**

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

"أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ"

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں سب اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دی ہیں۔"**(۲۴)**

تسخیر کائنات کا ایک مطلب تو یہ ھے کہ کائنات کی ہر چیز انسان کی خدمت کے لیے پابند ہے۔ زمین ، آسمان، سمندر، پانی، ہوائیں، پہاڑ، چاند، سورج، ستارے، میدان، صحرا، دن اور رات کا آنا جانا، موسموں کی تبدیلی غرضیکہ ھر چیز بنی آدم کے نفع کا باعث ھے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

"اللهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ"

"اللہ تعالیٰ وہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعے سے تمہاری رزق رسانی کے لئے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔ جس نے کشتی کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کیا۔ جس نے چاند اور سورج کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر کیا۔"**(۲۵)**

تسخیر کائنات کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ زمین میں جتنی بھی اشیاء موجود ہیں۔ جمادات، نباتات یا حیوانات اللہ تعالی نے انسان کو اتنی عقل اور قوت عطا کی ہے کہ وہ انکو قابو میں کر کے ان سے حسب ضرورت فائدہ اٹھا سکتا

ہے اور وہ چیزیں جن کا تعلق زمین سے نہیں مثلاً سورج، چاند، ستارے وغیرہ تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے قوانین بنا دیئے ہیں اور انہیں ایسے نظم وضبط سے جکڑ رکھا ہے کہ انسان ان سے فائدے اٹھا سکتا ہے اور اپنے معمولات زندگی اور کاروبار وغیرہ ٹھیک طرح سے سرانجام دے سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" "وہی تو ہے جس نے زمین میں موجود ساری چیزیں تمہاری خاطر پیدا کیں۔"(۲۶)

تکریم انسانیت کا تقاضا ہے کہ انسان ان سب چیزوں کو انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے استعمال کرے۔

تحفظ حیات انسانی:(4)

اسلام میں انسانیت کی اسقدر تکریم اور قدر ومنزلت ہے کہ رب نے بغیر کسی وجہ کے ایک فرد کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر قرار دیا ہے۔

سورۃ المائدۃ میں فرمان الٰہی ہے:"من أجل ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ الناس جميعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذلك فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ"۔

ترجمہ:"اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ کسی فساد کے (جو) زمین میں اس سے پھیلا ہو) قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی شخص کو بچائے گا تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا اور ان بنی اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر (بھی) واضح دلائل لے کر آئے پھر اس کے بعد بھی بہت سے ان میں سے دنیا میں زیادتی کرنے والے ہی رہے۔"(۲۷)

اس آیت سے بنی نوع انسان کی عزت واکرام کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور ایک انسان کی زندگی پوری انسانیت کی زندگی ہے۔ اسی تکریم کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر انسان کے دل میں دوسرے انسان کی جان کا احترام موجود ہونا چاہیے اور ہر ایک دوسرے کی زندگی کے بقاو تحفظ میں مددگار بننے کا جذبہ رکھتا ہو۔ جو شخص ناحق کسی کی جان لیتا ہے وہ صرف ایک ہی فرد پر ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ پوری انسانیت کا دشمن اور قاتل ہے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسانی کی حفاظت کو شرعی فرائض میں شامل کر کے اسکی اہمیت کو بیان کیا ھے۔

صفات بنی آدم:(5)

انسان کی عظیم اور منفرد خصوصیات جو دیگر مخلوقات پر اسکی عزت وتوقیر واجب کرتی ہیں وہ اس کی غور وفکر اور عقل کی خوبی ہے اور یہی وہ خوبی ہے جس کی بناء پر انسان کو کائنات میں خلافت عطا ہوئی ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے ایسے انسان کو جو غور وفکر سے عاری ہے مردہ قرار دیا ھے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

"إن هو إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنَ مُبِينٌ لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ"

"یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب تاکہ وہ ہر اس شخص کو خبردار کرے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر حجت قائم ہو جائے۔"(۲۸)

مولانا مودودی رحمہ اللہ نے اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے لکھتے ھیں کہ

"لہذا زندہ انسان وہی ہے جس کا دل اور ضمیر زندہ ہو۔"(۲۹)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اپنے ہاتھوں سے کی اور تمام صفات اعلی سے مزین کیا اسی حوالے سے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ:

"وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ"

"وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں سننے اور دیکھنے کی قوتیں دیں اور سوچنے کو دل دیئے مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔"(۳۰)

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔ یعنی اللہ نے تمہیں آنکھیں، کان اور دل اس لیے نہیں دیئے تھے کہ تم ان سے اتنا ہی کام لو جتنا جانور لیتے ہیں۔ بلکہ قوت گویائی، قوت باصرہ اور قوت سماعت کو استعمال کرتے ھوئے اپنے مقصد حیات کی کھوج کی جائے۔ امام غزالی کے مطابق حسی و خیالی موجودات اگرچہ چوپایہ میں بھی پائے جاتے ھیں لیکن انکا جو حصہ انسان کے لیے مخصوص ھے وہم اشرف و اعلی ھے اور انسان میں ان تمام حصوں کو کسی خاص غرض سے پیدا کیا گیا ھے۔ اللہ تعالی نے انسان کو فطری خواہشات و احتیاجات میں فلاح و تعمیر اور ارتقاء خیر کا حکم دیا ہے۔

معرفت الہی:(6)

معرفت الہی تکریم انسانیت کی تکمیل ہے جب تک انسان کو خالق کائنات سے آگاہی حاصل نہیں ہو گی تب تک وہ اطاعت اور فرمانبرداری کے معنوں سے بھی بے خبر رہے گا کیونکہ منزل کا ادراک نہ ھو تو منزل کی طرف بڑھنا بھی بے معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء وصفات اور افعال میں یکتائی کے ساتھ پہچاننا اور دل سے اس پر یقین رکھنے کو معرفت الہی کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کامل پہچان ہی اس کی معرفت ہے۔

"کسی چیز کی علامات و آثار پر غور و فکر کر کے اس کا ادراک حاصل کر لینا معرفت کہلاتا ہے۔"(۳۱)

جب تک معرفت الٰہی حاصل نہ ھو معرفت ذات تک پہنچنا ممکن ھے۔ خالق کائنات کی ذات سے آشنائی ھی وہ اعلی ترین وصف ھے جو بنی نوع آدم کو عالمین میں ممتاز کرتا ھے امام بخاری ؒ "صحیح بخاری "میں حدیث نقل کرتے ہوئے معرفت کی وضاحت کرتے ہیں:

"قول النبی انا اعلمکم باللہ وان ان المعرفۃ فعل القلب لقول اللہ تعالی ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم "(۳)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں اور اس بات کا ثبوت کہ معرفت دل کا فعل ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ گرفت کرے گا جو تمھارے دلوں نے کمایا۔"(۳۲)

صوفیہ کرام کے مطابق معرفت الٰہی ہی دراصل معرفت ہے جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس نے اپنی ذات کو اپنے مقصد حیات کو پہچان لیا۔ لیکن اس کے لیے سچی طلب اور مخلصانہ کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ"

ترجمہ: "وہ رہنمائی فرماتا ہے اپنی بارگاہ کے قرب کی طرف جو صدق دل سے رجوع کرتا ہے۔"(۳۳)

قرآن پاک کائنات کی اشیاء اور ان کی حقیقت معلوم کرنے پر زور دیتا ہے کیونکہ کائنات کا علم حاصل کرنا دراصل اس کے بنانے والے کی معرفت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ کائنات میں مختلف مخلوقات کا ظہور دراصل رب تعالیٰ کی بے شمار اور بے انتہا صفات کا ظہور ہے۔ لہٰذا ان کی حقیقت اور اسرار سے آگاہی رب تعالیٰ کی ذات سے آگاہی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

"أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ أَنتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أَجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ما أَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِؤُونَ"

ترجمہ: "کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا، یہ پانی جو تم پیتے ہو، اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری پانی بنا کر رکھ دیں۔ پھر کیوں تم شکر گزار نہیں ہوتے؟ کبھی تم نے خیال کیا، یہ آگ جو تم سلگاتے ہو، اس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟"(۳۴)

ابن رشد فرماتے ہیں:

"جو لوگ اللہ کی معرفت چاہتے ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ اشیاء کی روح اور ان کے جوہر کا علم حاصل کریں تاکہ موجودات میں حقیقی اختراع سے وہ واقف ہو سکیں کیونکہ جو شخص شے کی حقیقت کو نہیں جانتا وہ اختراع کی حقیقت کو نہیں پہچان سکتا۔"(۳۵)

حرمت انسانیت:(7)

شریعت اسلامیہ میں انسان کا احترام اور اس کے تمام حقوق کی پاسداری واجب ہے۔ کسی بھی انسان کے حقوق پامال کرنا اور اسکی بے حرمتی کرنا حرام ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مومن کی حرمت کو کعبے کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا ہے۔

جیسے کہ حدیث شریف میں مروی ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أطيبك وَأَطْيَبَ رِيحَكِ، مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرَمَتَكِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرَمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً"

ترجمہ:" حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: اے کعبہ! تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہیے۔"(۳۶)

انسانیت کی حرمت اور تکریم کی پاسداری کے لیے ھی اسلام نے انسان کے ہر پوشیدہ اعمال کو راز میں رکھنے کی تلقین کی ہے، راز کی باتوں کو افشا کرنے اور پھیلانے سے سختی سے منع کیا گیا ھے اسکے برعکس جو دوسروں کے راز کی حفاظت کرتا ہے اس کے لیے بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

جیسے کہ مروی ہے:"وعنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة ومن يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والآخرة. ومن ستر مسلما ستره الله في الدنيا والآخرة والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه ومن سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا إلى الجنة وما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكة وذكرهم الله فيمن عنده ومن بطأ به عمله لم يسرع به نسبه"۔"

ترجمہ:" اور حضر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو آدمی دنیا کی سختیوں میں سے کسی مسلمان کی کوئی سختی اور تنگی دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن وہاں کی سختیاں اس سے دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ

اس وقت تک بندوں کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرتا رہتا ہے اور جو آدمی علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کے راستہ کو آسان کر دیتا ہے اور جب کوئی جماعت اللہ کے گھر (مسجد یا مدرسہ) میں قرآن پڑھتی پڑھاتی ہے تو اس پر (اللہ کی جانب سے) تسکین نازل ہوتی ہے۔ رحمت الٰہی اس کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے اور فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ اس جماعت کا ذکر ان (فرشتوں) میں کرتا ہے جو اس کے پاس رہتے ہیں اور جس نے عمل میں تاخیر کی آخرت میں اس کا نسب کام نہیں آئے گا۔" **(۳۷)**

اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مومن کے ایمان کی تکمیل اسی کو قرار دیا گیا ہے جس کے کسی بھی طرح کے قول یا فعل کے شر سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں جیسے کہ حدیث شریف میں مروی ہے:

"عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه هذا لفظ البخاري ولمسلم قال: " إن رجلا سأل النبي صلى الله عليه وسلم: أي المسلمين خير؟ قال: من سلم المسلمون من لسانه ويده"

ترجمہ: "اور حضرت عبداللہ بن عمرو راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کی ایذا) سے مسلمان محفوظ رہیں اور اصل مہاجر وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے"۔ یہ الفاظ صحیح البخاری کے ہیں اور مسلم نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ مسلمانوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ (کے ضرر) سے مسلمان محفوظ رہیں۔" **(۳۸)**

اللہ تبارک وتعالیٰ نے باہمی احترام کے فروغ کے لیے انسانوں کو بہت ہی احسن انداز میں سمجھا دیا کہ جب انسان کسی کے حسب ونسب شکل وصورت، مالی حیثیت برادری یا قومیت کی وجہ سے اس کا استہزاء کرتا ہے تو وہ اس کی اچھی صفات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ مذاق اڑانا، طعن وطنز کرنا، تکریم انسانیت کے منافی فعل ہے۔

(8) علم وحکمت:

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات عالم پر انسان کے اعلی وارفع مقام کو واضح کرنے کے لیے علم وحکمت کے خزانوں سے اسے نوازا اور اسی علم کی فضیلت کی وجہ سے انسان کو فرشتوں کے لیے باعث تعظیم قرار دیا گیا۔

سورۃ البقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ

بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ"

ترجمہ:"اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھادیے۔ پھر وہ چیزیں فرشتوں کے سامنے رکھیں اور کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان تمام چیزوں کے نام بتاؤ۔ انہوں نے کہا تیری ذات پاک ہے ہمیں علم نہیں سوائے اس کے جتنا تو نے ہمیں دیا۔ بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ (اللہ نے) کہا کہ اے آدم! ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتادو پس آدم علیہ السلام فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتادیے تو اللہ نے کہا کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہوں۔"**(۳۹)**

علم و آگہی انسان کے لیے ایسے ہی ضروری ہے جیسا کہ سانس لینا۔ قرآن خود فرماتا ہے:

"الرَّحْمَنُ۔عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۔خَلَقَ الْإِنْسَانَ۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ"

ترجمہ: "رحمن نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔"**(۴۰)**

علماء کرام کو علم کی بدولت نہ صرف فرشتوں پر برتری حاصل ہے بلکہ دوسرے انسان پر ممتاز ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ اللہ کی کائناتی نشانیوں کا ادراک کرتے ہیں اور خشیت الٰہی میں بڑھ کر ہیں۔ اللہ کی شان و شوکت کا احساس اور اس کی عزت و جلالت کا رعب صرف ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات سے آشنائی رکھتے ھیں اور یہ آشنائی علم عطا کرتا ھے۔ قرآن میں علم کا رابطہ عمل سے ہے اور عمل اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب روح و دل تصدیق حاصل کرلیں۔ اسی لیے انسان ہر شے کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتا ہے۔

مولانا محمد شہاب الدین ندوی انسانی علم کے حوالے سے کہتے ہیں:

"انسان کو سب سے پہلا جو علم دیا گیا وہ علم اشیاء ہے یعنی تمام موجودات عالم اور ان کی خصوصیات وامتیازات کا علم جس کو ہم مختصر طور پر علم اَسماء یا علم مظاہر کائنات کہہ سکتے ہیں۔ موجودہ دور میں سائنس جن چیزوں سے بحث کرتی ہے وہ یہی موجودات عالم ہیں اور جو باتیں بیان کرتی ہیں وہ یہی اشیاء کے آثار و خواص ہیں۔ اور تمام سائنس علوم کا دائرہ مادی چیزوں اور ان کی خصوصیات کے گرد گھومتا ہے۔"**(۴۱)**

اسرار کائنات سے آگاہی:(9)

رب العالمین کی بنائی ہوئی اس وسیع و عریض کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہر سو بکھری ہوئی ہیں۔ پہلی وحی کے نزول کے ساتھ ہی بنی نوع انسان کو آفاق و انفس کی گہرائیوں میں غوطہ لگانے اور اسرار کائنات سے آگاہی حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآن کے علوم سے فیض یاب ہونے کے لیے اس کی آیات میں بیان

کردہ حقائق پر غور و فکر کرنا اور ان میں پوشیدہ حکمتوں کو جاننا اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے بنی نوع انسان کا فرض اس کے عزت و وقار کا تقاضا اور منشاء ربانی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ"

"عنقریب ہم انہیں کائنات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور ان کے اپنے اندر بھی یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ قرآن حق ہے۔" **(۴۲)**

کائنات میں ستاروں اور سیاروں بلکہ اجرام فلکی کا منظم نظام موجود ہے۔ یہ اجرام ایسی توازن اور اعتدال کی حالت میں ہیں جس کی مضبوطی اور استحکام کی وضاحت نیوٹن نے اجرام کی کشش باہمی کے اصول سے کی تھی اور جو رب کائنات نے آج سے ہزاروں سال پہلے قرآن میں بیان کر دیا تھا۔

"اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ"

ترجمہ: "وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں پھر وہ اپنے تخت پر جلوہ فرما ہوا اور اس نے آفتاب و ماہتاب کو ایک قانون کا پابند بنا دیا۔" **(۴۳)**

اس آیت مبارکہ کے ذریعے رب کائنات کی لامحدود قوت اختیار کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کی حکمت کاملہ سے آشنائی کی اجازت صرف انسان کو دی گئی ھے۔ قرآنی آیات ناصرف اجرام سماوی سے متعارف کرواتی ہیں بلکہ ان کے نظام اور حدود سے بھی واقفیت دلاتی ہیں۔

قرآن میں فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ"

ترجمہ: "وہی (اللہ) جس نے سورج کو روشن بنا دیا اور چاند کو نور عطا کیا اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کی منازل مقرر کر دیں تاکہ تم اس سے سالوں اور تاریخوں کے حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ سب برحق پیدا کیا ہے وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر پیش کر رہا ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔" **(۴۴)**

اسی طرح سورج کے اردگرد ستاروں اور سیاروں کا ایک جہاں آباد ہے جو حیرت انگیز طور پر وسیع ہے اس کو "کہکشاں" کہا جاتا ہے۔ اس مجموعے کی وسعتیں بے پناہ ہیں مگر یہ خالق کائنات کی وسیع و عریض سلطنت کا صرف ایک حصہ ہے۔ قرآن اسی نظام شمسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ"

ترجمہ:"تحقیق ہم نے آسمان دنیا کو کواکب سے زینت دی ہے۔" **(۴۵)**

کائنات کے متعدد عالموں میں سے ایک حیوانات کا عالم ہے جن کی اقسام اور خصوصیات کے بارے میں حاصل شدہ معلومات سمندر میں قطرے کے برابر ہیں۔ قرآن مجید کے ذریعے انسان کو رب العالمین کی نعمتوں میں پوشیدہ فوائد کو پہچاننے کا اعزاز دیا گیا ھے. عالم حیوانی میں افزائش، نسل، حیوانی برادریوں کا وجود، حشرات الارض کی حقیقت، پرندوں کی خصوصیات، جانوروں کے دودھ اور گوشت کے بارے میں معلومات، عجیب و غریب جانوروں سے آگاہی اور دیگر معلومات سورۃ النحل میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إلا بِشِقِّ الْأَنفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ"

ترجمہ:"اس نے جانور پیدا کیے جن میں تمھارے لیے پوشاک بھی ہے اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی اس میں تمھارے لیے جمال ہے جبکہ تم صبح کے وقت ان کو چرانے لے کر جاتے ہو اور شام کے وقت انھیں واپس لاتے ہو۔ وہ تمھارے لیے بوجھ اٹھا کر ایسے ایسے مقامات تک جاتے ہیں جہاں تم سخت مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارا رب بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔ اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمھاری زندگی کی رونق بنیں وہ اور بہت سی چیزیں تمھارے فائدے کے لیے پیدا کرتا ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے۔" **(۴۶)**

اس آیت مبارکہ میں نہ صرف عالم حیوانی سے متعارف کروایا جارہا ہے بلکہ بہت سی ایسی سواریاں اور جانوروں اور پرندوں کے ایسے فائدے جن کا ابھی ظہور نہیں ہوا ان سے آگاہ کیا گیا ھے۔ ان سب اسرار سے آشنائی اس بات کا واضح اظہار ہے کہ انسان اللہ عزوجل کی اس وسیع وعریض کائنات میں کس قدر عزت وتوقیر کا حامل ھے۔

تکریم انسانیت اور عصر حاضر کے چیلنجز:

جدید دور انسانی ترقی کا دور ھے۔ انسان اپنے علم و شعور کی بدولت چاند تک پہنچ چکا ھے اور ستاروں سے آگے کا سفر بڑی کامیابی سے طے کر رہا ہے لیکن اس سیٹلائٹ اور ٹیکنالوجی کی دوڑ میں انسانیت کہیں پیچھے رہ گئی ھے۔ وہ توقیر و مرتبہ جو مسجود ملائکہ کا خاصہ تھا قصۂ پارینہ بن چکا ھے عصر حاضر میں انسانیت کی تکریم کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔ آج نسل انسانی کو طبقاتی تقسیم، مذہبی تعصب و فرقہ واریت، خود غرضی، مفاد پرستی، عدم مساوات اور سیاسی مفادات کی خاطر انسانی حقوق کی پامالی جیسی سنگین چیلنجز کا سامنا ھے۔ جس کے باعث معاشرے میں بگاڑ اور انتشار پیدا ھو رہا ہے۔ تکریم انسانیت در پیش چند اہم چیلنجز مندرجہ ذیل ہیں:

طبقاتی تقسیم:(1)

معاشرتی طبقاتی تقسیم عصر حاضر کا ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ دنیا غربت اور امارت کے دو بڑے طبقات میں تقسیم ہو گئی ھے۔ امیر اور غریب کے درمیان بڑھتا ہوا یہ طبقاتی فرق معاشرتی استحکام کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ بین الاقوامی معیشت عدم توازن کا شکار ھو گئی ھے۔ دولت کے وہ ذخائر جو ہر بنی آدم کی مشترکہ وراثت میں چند ہاتھوں میں سمیٹ گئے ھیں۔ امیر طبقہ وسائل پر قابض ہو گیا ہے جبکہ دوسری طرف یہ حال ہے کہ غریب طبقہ بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لیے بھی مشکلات کا سامنا کرتا ہے۔ یہ عدم مساوات انسانیت کی تکریم کے اصول کے خلاف ہے۔

ڈکشنری آف سائیکالوجی کے مطابق

"سماجی کردار سے مراد وہ کردار ھے جو معاشرے کے زیر اثر تکمیل پاتا ھے۔"(۴۷)

طبقاتی تقسیم اور سماجی عدم مساوات دنیا کے تمام ترقی پذیر ممالک کے مشترکہ مسائل ہیں۔ جاگیردارانہ طرز کا حکومتی نظام، ناقص ٹیکس وصولی نظام، بے روزگاری، اقرباپروری اور غیر دستاویزی معیشت جیسے عوامل اس تقسیم کو اور زیادہ بڑھانے کا باعث بنتے ھیں۔ یہ طبقاتی تقسیم اور عدم مساوات پائیدار ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ تعلیم اور صحت کے نظاموں میں کم ترین سرمایہ کاری نسل در نسل غربت کو بڑھاتی ہے جس سے لاکھوں افراد کے لیے ترقی کے مواقع محدود ہو جاتے ہیں۔

مذہبی تعصب وفرقہ واریت:(2)

مذہبی بنیادوں پر انسانوں کے درمیان امتیاز اور تعصب بھی انسانی تکریم کے خلاف ہے۔ عصر حاضر میں جو دوسرا چیلنج انسانیت کے مقام و مرتبہ کو درپیش ھے وہ مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان نفرت اور دشمنی ہے، جس سے معاشرتی تانابانا بکھر رہا ہے۔ مذہبی اختلافات کو جنگ اور تشدد کا جواز بنایا جارہا ہے، جو کہ انسانیت کے لیے نقصان دہ ہے۔

"مذہبی تعصب کا مطلب ھے اپنے مذہب کی بے جا طرف داری کرنا اور اپنے مذہب کے سوا دوسرے مذاہب کے خلاف ناپسندیدگی کا اظہار کرنا۔"(۴۸)

متعصب شخص دوسروں کی اظہار رائے کی آزادی کے احترام سے عاجز ھوتا ہے جس کی وجہ سے وہ بعض اوقات دوسروں پر ظلم وزیادتی اور تشدد کا باعث بھی بن جاتا ہے، اور اپنے خیالات یا نظریات کو سچا ثابت کرنے کی لیے جھوٹ بھی بولنے سے گریز نہیں کرتا۔ بے شک فکری تشدد کے نتیجہ میں دینی مذہبی اور فکری انتہا پسندی جنم

لیتی ہے، جو دین کی صورت کو ساری دنیا کے سامنے مسخ کر دیتی ہے اور دین سے دوری کی وجہ بنتی ھے۔۔اس طرح انسان رواداری اور امن وسلامتی کے بجائے انتہا پسندی اور ظلم وجبر کا علمبردار بن کر انسانیت کے مقام سے بہت دور ھو جاتا ھے۔

ابن منظور افریقی تعصب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تعصب: پٹی باندھنا، عصبیت سے کام لینا عصبیت دکھلانا دلیل ظاہر ہونے کے بعد بھی حق کو قبول نہ کرنا۔"(۴۹)

مندرجہ بالا تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ تعصب جانبداری کا نام ہے اور عصبیت یعنی گروہ بندی کو فروغ دیتا ہے اور اس رویہ سے معاشرے میں متعصب سوچ راسخ ہوتی ہے متعصب ذہن ہر ممکن حد تک مخالف سے تقابل کی فضا قائم رکھتا ہے۔ اس کے پیش نظر اپنی برتری کا اثبات اور مخالف کو نیچا دکھانا ہوتا ہے۔ اس طرز فکر و عمل سے باہمی تعلقات میں دراڑ آتی ھے اور تلخیاں پروان چڑھتی ہیں، نوع انسانی کی طاقت سے کوئی تعمیری کام لینا ناممکن ہو جاتا ہے۔ لوگ تخریبی طور پر سوچنے کے عادی بن جاتے ہیں، طبیعتیں مثبت طرز کے کاموں میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں کرتیں۔ یہ رویہ انسانی عظمت و توقیر کے منافی ھے۔ فرقہ واریت معاشرے میں قتل وغارت کا سبب بنتا ھے۔ سینوں میں دھکتی تعصب کی آگ خون ناحق بہائے بغیر بجھنے کا نام نہیں لیتی۔ پھر یہ سلسلہ انتقام در انتقام اور نسل در نسل چلتا ھے اور اللہ عزوجل کے نائب کو حیوانوں سے بدتر بنا دیتا ھے۔ وہ معاشرے میں نفرت پھیلانے کے لیے مذہب کا استعمال کرتے ہیں، مذہب کے نام پر زیادتی کرتے ہیں، ظلم ڈھاتے ہیں، ناحق خون بہاتے ہیں، مذہب کے نام پر دہشت گردی، انتہا پسندی، فرقہ وارانہ تشدد اور قتل وغارت گری کی کوئی بھی اجازت نہیں دیتا ھے۔ اور یہ انسانی عظمت و تکریم کے خلاف ھے۔

خود غرضی اور مفاد پرستی:(3)

خود غرضی و مفاد پرستی کی وجہ سے آج ساری دنیا میدان جنگ بنی ہوئی ہے۔ امن وسلامتی کے بڑے بڑے دعوؤں کے باوجود دنیا میں کمزور قوموں کے لاکھوں بے گناہ انسان اجتماعی خود غرضی اور مفاد پرستی کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ عظمت انسانی کو بے حسی اور خود غرضی کی دیمک ختم کر رہی ھے۔

مفاد پرست کے معانی: "اپنے فائدے سے غرض رکھنے والا مطلبی، خود غرض۔"(۵۰)

انسان کا صرف اپنے مفاد کے لیے ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرنا خود غرضی کہلاتا ہے۔ خود غرضی دراصل ایک سوچ اور رویے کا نام ہے خود غرض انسان کسی بھی حدو فکر سے بالاتر ہو کر اپنے ذاتی مفاد، ترقی، تفریح اور سکون واطمینان کے بارے میں فکر کرتا ہے۔ صرف اپنے مفادات، اپنی خوشی اور اپنی بھلائی کے متعلق سوچتا ہے بے حسی

اور نفرت کی دیواریں تعمیر کرتا ہے۔ دوسروں کے حقوق غصب کرتا ہے ہمیشہ اپنے معاملات کو دوسروں کے معاملات پر ترجیح دینا اور دوسروں کے حقوق پامال کرنے سے بھی گریز نہ کرنا خود غرضی ھے۔

مشہور نفسیات دان ولیم سیموئیل انسانی فطرت کو اسطرح بیان کرتا ھے:

”ھر فرد عملی طور پر اس تہذیب و تمدن پر انحصار کرتے ھوئے جس میں اس نے پرورش پائی ھوتی ھی لا محدود رویوں اور رجحانات کو نشو و نما دے سکتا ھے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ فرد کے سماجی ماحول میں تبدیلی اس کی شخصیت میں بڑی تبدیلیاں لا سکتی ھے۔" **(۵۱)**

گویا انسان کے کردار پر معاشرے اور ارد گرد کے ماحول کا بہت اثر ھوتا ھے۔ معاشرتی مفاد پرستی وہاں کے ہر فرد کو بے حس بنا دیتی ھے۔ خود غرضی انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں دبے پاوں داخل ہوتی ہے اور سماجی نظام کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ انسانیت کو تباہ و برباد کر دیتی ھے۔ ذخیرہ اندوزی، سودی لین دین، بد دیانتی، دھوکا دہی، بدعنوانی، دوسروں کا حق سلب کرنا سمیت خود غرضی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تمام انسانی برائیوں کی جڑ خود غرضی اور خود پسندی ھے۔ بنیادی طور پر تمام انسانی برائیاں خود غرضی سے ہی نکلتی ہیں۔ مفاد پرستی اور خود غرضی ہی انسان کو دھوکا دہی، چوری چکاری، ڈاکازنی، قتل و غارت گری اور دیگر جرائم پر اکساتی ہے اور اسے انسانیت کے اعلی درجے سے نیچے گرا دیتی ھے۔

حدیث نبوی ﷺ:

”سُئِل النبي : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ، قَالَ : نَعَمْ ! إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ“

ترجمہ: ”نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: کیا ہم اس کے باوجود ہلاک اور تباہ و برباد ہو جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ بھی موجود ھوں گے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "ہاں! جب فسق و فجور بڑھ جائے گا تو یقیناً بربادی ہوگی“۔ **(۵۲)**

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود غرضی، موقع شناسی، مفاد پرستی اور مال کی ہوس منافقوں کا طریقہ ہے۔ اور منافقت انسانیت کی تذلیل کا باعث ھے۔

نسل پرستی:(4)

”انسان جینیاتی لحاظ سے مختلف نسلوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ان میں نسلی امتیاز یعنی ایک نسل کو کسی دوسری نسل پر فوقیت حاصل ہے۔“ **(۵۳)**

ایک اور جگہ نسل پرستی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ھے:

"نسل پرستی ایک نظریہ ہے جو جینیاتی بنیادوں پر کسی انسانی نسل کا ممتاز ہونے یا کمتر ہونے سے متعلق ہے۔ نسل پرستی خالصتاً کسی بھی خاص انسانی نسل کی کسی دوسری انسانی نسل یا ذات پر فوقیت یا احساس برتری اور امتیاز کا ایک نظریہ ہے۔"(۵۴)

عصر حاضر کا ایک اور بڑا مسئلہ نسلی امتیاز ہے۔ اس نظریہ فکر کے مطابق تمام انسان برابر نہیں ہیں بلکہ کچھ اقوام دوسرں سے اعلیٰ و برتر ہیں اقوام متحدہ کے مطابق نسل پرستی اور گروہی امتیاز میں کسی بھی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ان دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔ جینیات اور نسل انسانی کے بارے میں تحقیق نے بھی نسل پرستی کی لعنت کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ نسل انسانی کی مخصوص جینیات، عادات، تاریخ، آبائی علاقہ جات اور گروہ سے متعلق چند ایسی معلومات تھیں جو دنیا میں نسل پرستی اور گروہ بندی کو مضبوط کرنے کی وجہ بنی ہے۔

نسلی امتیاز کے معانی:

"خاندان کی بنیاد پر برتری کا احساس نیز خاندان یا نسل کی بنیاد پر تعصب، نسلی فرق۔"(۵۵)

قدرت نے معاشرے میں زندگی گزارنے کے لیے ازل سے انسانوں کو کچھ اصول و قوانین عطا کیے ہیں جو انسانوں کے درمیان الفت و محبت پیدا کرتے ہیں لیکن یہ اصول اس کے ساتھ ساتھ معاشرے فلاحی اور عادلانہ نظام کو بھی ترویج دیتے ہیں جہاں قبائلی اور نسلی تعصبات پروان نہ چڑھ سکے اور یہ حقیقت ہے کہ ان تعصبات کے فروغ میں بنیادی کردار جہالت کا ہوتا ہے۔ بعثت مصطفوی ﷺ سے قبل کے دور کو دور جاہلیت کہا جاتا ہے۔ وہ معاشرہ دیگر اعتقادی اور عملی خرابیوں کے ساتھ ساتھ قبائلی اور نسلی تعصبات کا بھی شکار تھا۔ قبیلوں کے سردار اپنے خاندان اور حسب نسب پر فخر کرتے تھے۔ حق و باطل کی تمیز میں رکاوٹ بھی ان کی اسی متعصب سوچ کی وجہ سے پیدا ہوتی تھی۔ اسی بنا پر چھوٹی چھوٹی باتوں پر جنگ و جدال جنم لیتے تھے.. اصلاح معاشرہ کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کے کیے گئے عملی اور دوررس اقدامات میں سے ایک قبائلی اور نسلی تعصبات کا قلع قمع کرنا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

"ایھا الناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربي على اعجمی ولا لعجمي على عربي ولا لاحمر على اسود ولا اسود على احمر الا بالتقوى"

"اے لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے، اور بیشک تمہارا باپ ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی کے سبب سے۔"(۵۶)

نسل پرستی عصر حاضر کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں لوگ اپنی رنگت، نسل، یا قومیت کی بنیاد پر امتیازی سلوک کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس قسم کا تعصب انسانی وقار کی نفی کرتا ہے اور معاشرتی تفریق کا سبب بنتا ہے۔

انسانی حقوق کی پامالی:(5)

حقوق:" آزادی یا استحقاق کے قانونی، سماجی یا اخلاقی اصول ہیں: یعنی حقوق بنیادی، معیاری قوانین ہیں جو کسی قانونی نظام، سماجی کنونشن یا اخلاقی اصول کے مطابق افراد کو دیگر افراد کی جانب سے اجازت یا واجب الادا ہیں"۔(۵۷)

انسانی حقوق:" آزادی اور حقوق کا وہ نظریہ ہے جس کے تمام انسان یکساں طور پر حقدار ہیں۔"(۵۸)

تکریم انسانیت کی بحالی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ انسانی حقوق کی پامالی ہے۔ انسانی حقوق کی ادائیگی کا مطلب افراد کے اخلاقی اور روحانی ترقی کے لیے اقدامات ہیں، دنیا بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے متعدد واقعات سامنے آتے ہیں، جنگیں، پر تشدد واقعات، قدرتی آفات، نسلی اور مذہبی امتیازات، خواتین اور بچوں کے حقوق کی پامالی اور اقلیتی گروپوں کے ساتھ زیادتیاں جیسے مسائل موجود ہیں۔ کشمیر اور فلسطین دونوں علاقے عالمی سطح پر انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کا شکار ہیں۔ جو کہ عالمی امن کی تنظیموں کے لیے تشویش کا باعث ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں ریاستیں اور حکومتیں بنیادی حقوق کی کھلی خلاف ورزی میں مصروف ہیں۔ ان حالات کو دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا میں انسان کے شہری، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کے تحفظ اور ان کے فروغ میں بین الاقوامی اصولوں اور ادارے کوئی کردار کیوں نہیں ادا کر رہے ہیں۔ جدید دور عالمگیر مسائل سے دوچار ہے، دنیا کے بہت سے ممالک میں جنگیں جاری ہیں۔ بھوک، افلاس اور غربت بڑھ رہی ہے اور عدم مساوات پھیل رہی ہے۔ موسمیاتی بحران اور انسانی حقوق کا بحران ہے جو بدحال ترین لوگوں کو سب سے زیادہ متاثر کر رہا ہے۔ آمریتیں فروغ پا رہی ہیں، انسانی اور شہری آزادیاں سکڑ رہی ہیں اور صحافت کو اظہار رائے میں پابندیوں کا سامنا ہے۔ صنفی مساوات کے حصول کا خواب تشنہ تعبیر ہے جب تک انسان کو اپنے بنیادی ضروریات فراہم نہ ہونگی تو منفی رجحانات اس پر حاوی ہوتے جائیں گے اور انسان غلط طریقوں سے ضروریات پوری کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ جس سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔ جب تک انسان کو اپنے بنیادی حقوق حاصل نہ ہوں تب تک دنیا میں امن قائم ہونا ممکن نہیں۔

احیاء، تکریم انسانیت اور اسلامی تعلیمات کا نفاذ:

اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر انسان چاہے وہ کسی بھی مذہب، نسل یا قوم سے تعلق رکھتا ہو، عزت و توقیر کا حقدار ہے۔ انسانی وقار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، اسلام نے کسی بنی نوع انساں کے درمیان کسی بھی قسم کی تفریق

، ظلم و ستم اور انسانی حقوق کی پامالی کو سختی سے ممنوع قرار دیا ہے۔ اسلام کا تصور تکریم انسانیت ایک واضح اور عالمگیر اصول ہے جو احترام انسانیت، رواداری اور عدل و انصاف کی بنیاد پر ایک پر امن معاشرے کی تعمیر کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اگر ہم انسانیت کی عزت و احترام کو اپنی زندگیوں میں شامل کریں اور قرآن و سنت کے احکامات کو عملی طور پر نافذ کریں تو ہم نا صرف انفرادی بلکہ اجتماعی طور پر بھی ایک انصاف پسند اور پر امن دنیا کی تشکیل کر سکتے ھیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں:

اعلی اخلاقی اقدار کا نفاذ:(1)

اعلیٰ اخلاق سے مراد انسانی تہذیب میں اچھے طور طریقوں کا اختیار، اس کے مطابق زندگی گزارنا اور عام معاشرتی معاملات کو اس کے مطابق ڈھالنا اور ایسا طریقہ اختیار کرنا جو دوسرے لوگوں سے منفرد اور ممتاز بنادے۔
اخلاق خلق کی جمع ہے جس کا معنی مصطفی شمس الدین اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اچھی عادات، تہذیب انسانیت ، ملنساری، مروت، یعنی وہ علم جس میں تہذیب نفس اور معاشرتی معاملات کے اصولوں سے بحث ہوتی ہے۔"(۵۹)

امام غزالی "احیاء علوم الدین" میں خلق کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"خلق نفس کی اس ہیئت راسخہ کا نام ہے جس سے تمام افعال بلا تکلیف صادر ہوں۔ اگر یہ افعال عقلاً اور شرعاً عمدہ اور قابل تعریف ہیں تو نیک اخلاق اور اگر قابل مذمت ہیں تو برے اخلاق کہلاتے ہیں۔"(۶۰)

شاہ ولی اللہ کے مطابق اخلاق سے مراد:

"انسان کی وہ کیفیت جو اس کی طبیعت کے مختلف اوصاف کی جدوجہد کر کے اپنی جانب راجع کرے۔"(۶۱)

اخلاق وہ بنیاد ہے جس پر انسانی شخصیت کی نشوونما ہوتی ہے۔ انسانی زندگی اسی سے منعکس ہوتی ہے اور اسی سے معاشرتی و اخلاقی زندگی کی تعمیر و ترقی ہوتی ہے۔ انسانی سیرت و کردار میں اخلاق اور اخلاقی اقدار کی بہت اہمیت ہے۔ انہی اخلاقی اقدار کی وجہ سے انسانی شخصیت نکھرتی ہے۔ انسانی اعمال و افکار اور طرز زندگی میں توازن اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ انسانی زندگی میں اخلاقیات کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے:

"عن عائشه " قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول : ان المؤمن ليدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم "

ترجمہ: "حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ مومن حسن اخلاق سے وہی درجہ حاصل کر لیتا ہے جو دن کے روزوں اور رات کی نمازوں سے حاصل ہوتا ہے۔"(۶۲)

انسان کو حیوانی دنیا سے ممیز کرنے والی چیز اخلاق اور معاشرے میں پروان چڑھنے والی اخلاقی اقدار ہی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہر تہذیب اور ہر معاشرہ جس چیز پر متفق نظر آتے ہیں وہ حسن اخلاق ہے۔سچائی، رحم دلی، پاس عہد، صبر و تحمل، ضبط نفس، عدل واحسان، شائستگی و بردباری، امانت و دیانت اور دوسری اچھی صفات کو ہر زمانے میں سراہا گیا ہے۔ یہ اقدار انسانیت کا مشترکہ ورثہ ہیں۔ اسلام نے ان معروفات کو اپنے دین میں سمولیا ہے اور تحریری طور پر قرآن کی صورت میں بطور منشور حیات پیش کیا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ الله ذلك الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“

ترجمہ:"یہ (دین) وہ فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے۔یقیناً یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے مگر لوگوں کی اکثریت اس بات سے بالکل بے خبر ہے۔"**(٦٣)**

کلام الٰہی میں چھپے اسرار و رموز نہ صرف انسان کی علمی و روحانی تسکین کا باعث ہیں بلکہ ایسے اصول و قوانین سے روشناس کرواتے ہیں جو خلیفہ الٰہی ہونے کے باعث انسانی کردار کا بنیادی حصہ ہونا چاہیے۔

عدل وانصاف کا نفاذ:(2)

تکریم انسانیت کے احیاء کے لیے سب سے ضروری عمل عدل و انصاف کا معاشرے میں اسلامی تعلیمات کے مطابق نفاذ ہے۔عدل محاسن اخلاق میں سے اول درجے پر ہے اور یہ اس قابل ہے کہ اس کی وسعت کو قلب و روح میں سمیٹ کر قول و عمل سے اس کا اظہار کیا جائے۔

مولانا ابو الاعلی مودودی عدل کی وضاحت اس طرح سے کرتے ہیں:

”عدل جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ توازن و تناسب ہے نہ کہ برابری پس اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ حقوق و مساوات نہیں بلکہ توازن و تناسب ہے اور اس حکم کا تقاضا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اخلاقی، معاشرتی، قانونی اور سیاسی و تمدنی حقوق پوری ایمان داری کے ساتھ ادا کیے جائیں۔"**(٦٤)**

عدل کی یہی خوبی ہے جو اشرف المخلوقات کے کردار کو فرشتوں پر فضیلت عطا کرتی ہے۔اسے سیرت و کردار کے اعلیٰ درجات سے فیض یاب کرکے متقی و پرہیز گار بننے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔عدل و انصاف نہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت خاص ہے بلکہ بندوں میں پسندیدہ ترین صفت تقویٰ کے قریب ترین ہے۔

رب تعالیٰ قرآن میں بیان کرتے ہیں:

”اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى“

ترجمہ: "عدل کرو، یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے"۔ **(٦٥)**

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی ہموار اور متوازن رکھنے کے لیے عدل وانصاف بہت ضروری ہے۔ سرچشمہ عدل وانصاف خدائے یکتا ویگانہ نے انسان کی فلاح، دنیا و آخرت کے لیے جو قانون عدل نازل فرمایا ہے اور اس کی بنیاد پر جو معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ اس میں کوئی شخص اس وقت تک باعزت وباوقار نہیں ہوسکتا جب تک عدل کی صفت سے متصف نہ ہوجائے۔ ہر خلق حسن کی اصل عدل ہے۔

"تمام اخلاق اپنے اعتدال و توسط ہی کی وجہ سے محاسن کا درجہ حاصل کرتے ہیں ان کا توسط اگر ختم ہوجائے تو پھر خوش خلقی بد خلقی سے بدل جائے گی۔" **(٦٦)**

عدل نفس انسانی کا وہ وصف ہے جو اسے عرش الٰہی کے سائے تلے جگہ عطا کرنے کا باعث بنے گا لیکن صفت سے آگاہی صرف اسی کے لیے ممکن ہے جو کلام الٰہی کا رفیق بن جاتا ہے، اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیتا ہے اور اس پر عمل کرنا فرض کرلیتا ہے۔

عزت نفس کا احساس:(3)

انسان کا سب سے بڑا مسئلہ اپنی پہچان ہے جو اپنے نفس کی معرفت حاصل کرلیتا ہے، اپنی خودی کا ادراک کرلے، تو وہ نہ تو کسی کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے اور نہ ہی کسی کی غلامی کرسکتا ہے۔ قرآن میں بیان کردہ سائنسی حقائق، مظاہر قدرت، مخلوقات اور ساری کائنات کا مسخر بشر ہونا، نہ صرف عجائب القرآن ہیں بلکہ عظمت انسانی کی دلیل بھی ہیں۔ یہ سب نشانیاں بنی آدم کو اس کے رتبہ اور منصب کا احساس دلاتی ہیں اور اس کے اندر کی خودی کو بیدار کرکے اس کے اندر عزت نفس جیسی اعلیٰ صفت پیدا کرتی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خودی کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

"خودی کی ماہیت کو جاننا عرفان نفس بھی ہے اور عرفان رب بھی۔ اور اس عرفان میں یہ واضح ہوجاتا ہے کہ زور خودی سے حیات عالم وابستہ ہے اور ہر انفرادی نفس کی استواری اس کی زندگی کی ضامن ہے۔ جو قطرہ شبنم بنتا ہے وہ چند لمحوں میں خودی کے ضعف کی وجہ سے نابود ہوجاتا ہے۔ جو قطرہ اشک بنتا ہے وہ ٹپک کر ناپید ہوجاتا ہے لیکن جو قطرہ صدف نشین ہوکر اپنی خودی کو مستحکم کرلیتا ہے وہ گوہر بن جاتا ہے جس کی موج نور تلاطم قلزم میں بھی منتشر نہیں ہوتی۔" **(٦٧)**

تخلیق انسان کی آیات اور کائنات کے ذرے ذرے کا انسان کے لیے پابند ہونا نہ صرف انسان کے لیے معرفت کے در وا کرتا ہے بلکہ اس کے اندر اپنی ذات کی عزت اور اپنے نفس کا عرفان پیدا کرتا ہے۔ انسان اپنی

حیثیت اور اپنے مقصد سے آگاہی حاصل کر کے اپنی خودی کو بحال کرتا ہے۔ یہی صفت ہے جو اسے غیر اللہ کی پہچان کرواتی ہے۔ اسے گمراہ کن راہوں میں بھٹکنے کے بجائے رب تعالیٰ کے صراط مستقیم اور اس کی توحید کا یقین دلاتی ہے۔

قرآن میں فرمایا گیا:

"أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ بَلَى قَادِرِينَ عَلَى أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ"

ترجمہ: "کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے۔ ضرور کریں گے (اور) ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کریں۔" **(٦٨)**

اس آیت مبارکہ سے نہ صرف موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے کی خاصیت ربانی کو بیان کیا جا رہا ہے بلکہ انسانوں کی عظمت کا بھی احساس ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کی پور پور کو سنوارا ہے۔ جدید ریسرچ نے واضح کیا ہے کہ:

" دنیا میں ہر انسان حتی کہ جڑواں بھائیوں تک کے انگلیوں کے نشانات منفرد ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں لوگوں کی شناخت ان کی انگلیوں میں خفیہ زبان (کوڈ) میں مذکور ہے۔ ان کے ذریعے مالک کی شناخت کی جاتی ہے۔" **(٦٩)**

یہ سب انتظام قدرت انسان کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے معبود حق ہونے کا احساس دلاتے ہیں اور اس کے اندر خودداری کو بیدار کرتے ہیں۔ خیر و شر کی تمیز سکھاتے ہیں اور اسے گمراہ ہونے اور بھٹکنے سے بچا لیتے ہیں۔

اخلاص نیت:4

خلوص و بے غرضی ان صفات روحانیہ میں سے ہے جو انسان کو اخلاقی لحاظ سے بلند ترین مقام عطا فرماتی ہے۔ نفسانی خواہشات، نمود و نمائش، ریاکاری، حرص و ہوس اور نجی مفادات ایمان کو کمزور کر دیتے ہیں۔ خلوص نیت، ایمان کامل کے لیے بنیاد ہے اور یہ اخلاص اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان کو اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات کا شعور اور توحید کا عقیدہ انسان کو جزا کا یقین دلاتا ہے۔ جب انسان کو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی ذات موجود ہے جو ہر وقت اس کے اعمال کو دیکھ رہی ہے کنٹرول کر رہی ہے اور اس کے اعمال کے مطابق اس دنیا میں نہ سہی لیکن حشر کے میدان میں اسے بدلہ دیا جائے گا تو یہ عقیدہ اس کے اعمال میں اخلاص پیدا کر دیتا ہے۔ وہ صرف اپنے رب کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہر کام کرتا ہے۔

قرآن مومنوں کو رب تعالیٰ کی ذات سے روشناس کرواتا ہے:

"الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يكُن لَّهُ شَرِيْكَ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا"

ترجمہ:" اسی اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور اس کی کوئی اولاد نہیں، نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا ساجھی ہے اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے۔"**(۷۰)**

گویا اخلاص نیت کے لیے رب تعالیٰ کی معرفت بنیادی شرط ہے۔ جس کو اپنے رب کے موجود ہونے کا یقین ہو گا وہ اس کی قدرت اور علم و خبر ہونے پر یقین رکھتا ہو گا تو ہی اس کے اعمال میں اخلاص اور نیک نیتی پیدا ہو گا۔ امام غزالی "کیمیائے سعادت" میں اخلاص کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انسان جب تک صفات بشری سے نہیں نکلے گا اس سے اخلاص کا سرزد ہونا بہت دشوار ہے۔ اسی وجہ سے بزرگ کہتے ہیں کہ اخلاص سے زیادہ کوئی مشکل کام نہیں اگر ساری زندگی میں ایک کام بھی اخلاص سے کر لے تو نجات کی امید ہے۔ لیکن یہ ایسے ہی ہے جیسے دودھ، فضلہ اور خون کے درمیان سے اللہ تعالیٰ نے نکالا ہے جیسا کہ فرمایا گیا: "مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ"

ترجمہ:"گوبر اور لہو میں سے صاف ستھرا خوشگوار دودھ پینے والوں کے لیے (پیدا فرمایا)۔"**(۷۱)**

"پس اس کا علاج ہے کہ دل کو دنیا سے نہ لگایا جائے اور ایسے ہو جائے جیسے عاشق ہر کام معشوق کو خوش کرنے کے لیے کرتا ہے۔"**(۷۲)**

امام غزالی نے سورۃ النحل کی جو آیت مثال کے طور پر بیان کی ہے یہ بھی قرآنی عجائبات اور رب العالمین کی ذات باکمال سے متعارف کرواتی ہے کہ جو رب خالص دودھ جیسی نعمت فضلہ اور خون میں سے پیدا کر سکتا ہے تو وہ کچھ بھی کرنے پر قادر ہے۔ وہ انسان کے عزم و ارادے کو جاننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اور اس کی حیثیت اور چاہت سے کئی گنا زیادہ اجر و ثواب دینے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ یہی آگہی نیتوں میں اخلاص کا باعث بنتی ہے۔ کسی کام میں خیر کا تصور ہی اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ خلوص نیت اور رضائے الٰہی کے لیے سرانجام دیا جائے۔ بے شک اعمال کی قدر و قیمت متعین کرنے میں اخلاص ایسا مسلک ہے جو تمام سانچوں کو درست رکھتا ہے اور

معاشرتی اخلاقیات کو کمال کے بلند مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ اخلاص تمام اعمال و افعال کو ایک ہی مقصد سے جوڑتا ہے جو رب تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا اور اللہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ انہی کاموں کو پسند کرتا ہے جو پوری انسانیت کے لیے نافع اور مفید ہوں۔

رب تعالیٰ قرآن میں مومنوں کو یہی حکم دیتا ہے:

"فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ"

ترجمہ:"پس تم اللہ ہی کی بندگی کرو دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔"**(۷۳)**

جس طرح کائنات کی ہر شے خلوص نیت اور بے غرضی کے ساتھ رب تعالیٰ کی تابع فرمان ہے اور فائدہ و نقصان کی پرواہ کیے بغیر اپنے رب کے احکامات پر عمل پیرا ہیں۔ اسی طرح مومنین کا بھی فرض ہے کہ اپنے دین اور ایمان کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کریں۔ اُن کی حیات و موت، عبادت و ریاضت اور دکھ سکھ صرف اپنے رب کی رضا اور خوشنودی سے وابستہ ہونے چاہئیں۔

مقصد حیات کا تعین:(5)

مقصد حیات سے مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعے انسان غور و تدبر کے بعد بہت سے راستوں میں سے بہترین راستے کا انتخاب کرتا ہے اور پھر اپنی ساری ذہنی اور جسمانی قوتیں اور وسائل اسی کی راہ کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ کسی بھی تہذیب کی بنیاد وہ مقصد ہوتا ہے جو شعوری یا لاشعوری طور پر اس تہذیب سے وابستہ تمام افراد کا مشترکہ مقصد حیات بن جائے۔ قرآن مومنوں کے لیے جو مقصد حیات منتخب کرتا ہے اس کا اظہار کائنات کے طول و عرض میں ہو رہا ہے۔ یہی ساری مخلوقات کا مقصد حیات ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ"

ترجمہ: "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔"(۷۴)

گویا انسان اور تمام مخلوقات کی زندگی کا بنیادی مقصد اپنے رب کی عبادت کرنا اور اس کے احکامات کی اطاعت کرنا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے لہٰذا وہ اپنی نفسی کیفیت سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ ہر نفس کے اندر اقرار رب ودیعت کیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ اپنے کلام کے ذریعے اس اقرار ازلی کی یاد دہانی کرواتا ہے۔

ارشاد ربانی ہوا:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ"

ترجمہ: "اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو لیا اور انھیں ان کے نفسوں پر گواہ ٹھہرایا (اور پوچھا) کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا! بے شک ہم اس کی شہادت دیتے ہیں (یہ وعدہ ہم نے اس لیے لیا) مبادا! تم قیامت کے دن کہہ دو کہ ہم اس (اقرار) سے غافل تھے۔"(۷۵)

خالق کائنات کا لیا ہوا یہ عہد الست، نفس انسانی کو مقصد حیات کا رخ متعین کرنے میں مدد دیتا ہے۔ قرآن نے انسان کو خدا کا خلیفہ اور روئے زمین پر اس کا نائب قرار دیا ہے۔ خلافت و نیابت کی حقیقت یہی ہے کہ اصل مالک کی اطاعت و اتباع کی جائے۔ انسان دنیا میں خدا کا نائب ہے اور اس کی دینوی زندگی کی حقیقت صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرے اور اس کے بندوں کے حقوق اور اپنی ذمہ داریاں پوری دیانت داری کے ساتھ

ادا کرے۔ انسانی جدوجہد کا مرکز منصب خلافت کی ذمہ داریوں سے عہدہ بر آ ہونا ہے۔ تخلیق کائنات کی وجہ ہی یہ ہے کہ انسان کو اس میں آباد کیا جائے اور خلافت و نیابت کی عظیم ذمہ داری اس کے سپرد کر کے اعمال وافعال میں اس کو آزمایا جائے۔ فرمان الٰہی ہے:

”وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً“

ترجمہ: ”اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، جبکہ (اس سے پہلے) اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ تم کو آزما کر دیکھے کہ تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔" **(۷۶)**

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر فرماتے ہیں:

”آسمان و زمین کی پیدائش تمہارے نفع کے لیے ہے اور تم اس لیے ہو کہ اسی ایک خالق کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یاد رکھو تم بے کار پیدا نہیں کیے گئے ہو۔ اللہ نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے اور تم کو آزماتا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والے کون ہیں؟ یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل والے کون ہیں؟ اس لیے کہ حسن عمل وہ ہوتا ہے جس میں خلوص ہو اور شریعت محمدیہ کی تابعداری ہو۔“ **(۷۷)**

قرآن انسانی تہذیب کو جو مقصد حیات عطا کرتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ پورے نظام سلطنت کا مرکز اور مدار رب تعالیٰ ہے۔ اس نظام میں جو کچھ ہے خواہ وہ عبادت کے قبیل سے ہو، عقائد و افکار سے متعلقہ ہو، دینی زندگی کے معاملات سے ہو یا دنیاوی زندگی سے تعلق رکھتا ہو۔ بہر کیف اس کا رخ اسی ہستی کی طرف پھرا ہوا ہے۔ نظام کائنات کی مرکزیت اور یکسوئی نفس انسانی کو متاثر کرتی ہے اور دنیاوی نظام حکومت میں اسی مضبوطی اور یکسوئی کی ترغیب دلاتی ہے۔ سورۃ الرحمن میں فرمایا گیا:

”الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ“

ترجمہ: ”سورج اور چاند ایک مقرر حساب کے پابند ہیں۔" **(۷۸)**

کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے رب کا اطاعت گزار ہے عجائب القرآن انسان کو اطاعت و فرمانبرداری کی مثالیں پیش کرتے ہیں تا کہ انسان خلافت ربانی کے قابل ثابت ہو سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ“

ترجمہ: "اسی (اللہ) نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں (لیکن) دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے"۔ **(۷۹)**

نظامِ کائنات کی یہی نشانیاں نفس انسانی میں عاجزی و انکساری پیدا کرتی ہیں۔ انسان کو احساس دلاتی ہیں کہ مالک کل اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور انسان کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ رنگ، نسل، زبان اور جغرافیائی حدود کے امتیازات کو مٹا کر قرآن اپنی تعلیمات کے ذریعے ایک اللہ، ایک رسول اور ایک کتاب کی بنیاد پر عالمگیر قومیت کی تعمیر کرتا ہے جو بین الاقوامی انسانی جمعیت کی شیرازہ بندی کیلئے ضروری ہے۔

شائستگی اور تحمل مزاجی:(6)

قرآن کے طرز تحریر اور الفاظ کے انتخاب میں عجیب سی تاثیر پائی جاتی ہے جو نہ صرف دل و دماغ کو مسحور کرتی ہے بلکہ اخلاقی تربیت کا انتظام بھی کرتی ہے۔ انسانی شخصیت اس کے لب و لہجہ، اس کے طرز تکلم اور الفاظ کے چناؤ سے پہچانی جاتی ہے۔ شائستہ گفتگو، اعلیٰ اخلاقی اقدار میں شمار کی جاتی ہے۔ قرآن میں بیان کردہ انبیاء کرام اور صالحین کے واقعات، ان کا انداز تبلیغ، ان کی تحمل مزاجی اور صبر و برداشت کے قصے نہ صرف انسانی مزاج کو متاثر کرتے ہیں بلکہ انسانی سیرت و کردار کی تعمیر کا بھی باعث ہیں۔ قرآن خود بھی لوگوں سے خوبصورت انداز میں گفتگو اور اچھے معاملات کی تلقین کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً“

ترجمہ:”اور لوگوں سے اچھی طرح بات کیا کرو۔“**(۸۰)**

قصص الانبیاء اور وہ قومیں جو قہر الٰہی کا شکار ہو گئیں ان کے تذکرے عجائب القرآن میں سے ہیں۔ ان واقعات سے انسان کو نہ صرف عبرت حاصل ہوتی ہے بلکہ نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ آپس میں تواضع و ہمدردی کا سلوک کرنا چاہیے۔ سختی اور خود غرضی نفرت اور فساد کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب و جلال کی وجہ بنتے ہیں۔
حضور ﷺ نے فرمایا:

"لا يدخل الجنة الجواظ ولا الجعظري، قال والجواظ الغليظ الفظ"

ترجمہ:”ترش رو جنت میں داخل نہیں ہو گا اور نہ تکبر سے چلنے والا اور جواظ کا مطلب ہے سخت مزاج اور بد خلق۔“**(۸۱)**

قرآنی آیات مختلف طریقوں سے انسان کی اخلاقیات کو بہتر بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ قرآن ضابطہ حیات ہے۔ زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں ہدایت دیتا ہے۔ اس کے موضوعات اور الفاظ انسانی نفسیات کو متاثر کرتے ہیں۔
حضرت علی کرم اللہ وجہ قرآن کی تاثیری صلاحیت کو اس طرح واضح کرتے ہیں:

”وكتاب الله بين اظهركم، ناطق لا يعيا لسانه، وبيت لا تهدم اركانه، عزلا تهزم اعوانه“

ترجمہ:" اور کتاب اللہ تمھارے درمیان ایسا ناطق ہے جس کی زبان کبھی گنگ نہیں ہوتی۔ یہ ایسا گھر ہے جس کے ستون کبھی منہدم نہیں ہوتے اور یہ ایسا سرمایہ عزت ہے کہ اس کے انصار کبھی مغلوب نہیں ہوتے۔"**(۸۲)**

کلام الٰہی کے ساتھ اس کی زیارت، اس کی تلاوت ایسی سعادت ہے جو دلوں کو ترقی عطا کرتی ہے۔ مزاج میں عاجزی و انکساری پیدا کرتی ہے۔ یہی بندہ مومن کی پہچان اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں بلندی کا باعث ہے۔ قرآن مجید کامل مومن کی پہچان اس طرح بیان کرتا ہے:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ"

ترجمہ:" سچے مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب اللہ کی آیات انھیں سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔"**(۸۳)**

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان ایک ہی حالت پر نہیں رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے اس میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی نافرمانی سے اس میں کمی آتی ہے اور سچے مومنوں کی پہچان ہے کہ آیت قرآن ان کے ایمان میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔ ان کے دلوں کی نرمی اور عاجزی و انکساری میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کا اپنے رب پر توکل و بھروسہ بڑھ جاتا ہے۔

توکل علی اللہ:(7)

اللہ سے تعلق کی مضبوطی انسان کو ڈپریشن سے نجات دلاتی ہے اور اسے قلب روح کیف تسکین سے نوازتا ہے۔ قرآن مجید بزرگی اور شان والی کتاب ہے جو رب العالمین کی شان و شوکت سے اس کے بندوں کو آشنا کرتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الحَصِيدِ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ رِزْقًا لِّلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَلِكَ الْخُرُوجُ"

ترجمہ:" اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل فرمایا پھر اس سے باغ اور فصل کے غلے اور بلند و بالا کھجور کے درخت پیدا کر دیے جن پر پھلوں سے لدے ہوئے خوشے تہ بہ تہ لگتے ہیں۔ یہ انتظام ہے بندوں کو رزق دینے کا۔ اس پانی سے ہم مردہ زمین کو زندگی بخش دیتے ہیں (مرے ہوئے) انسانوں کا زمین سے نکلنا بھی اسی طرح ہو گا۔"**(۸۴)**

اس آیت مبارکہ سے نہ صرف رب تعالیٰ کی قدرت اور اختیار کا علم حاصل ہوتا ہے بلکہ انسان کا اپنے رب پر توکل اور بھروسہ بڑھ جاتا ہے۔ جدید طب نفسیات سے معلوم ہوا ہے کہ زیادہ تر جسمانی بیماریوں کی وجہ مختلف قسم کے خوف اور اندیشے ہیں۔ اسلام خوف کا خاتمہ کرنے کے لیے نفسیاتی محرک عطا کرتا ہے اور وہ ہے توکل علی اللہ اپنے اللہ پر ہر

معاملے میں بھروسا کرنا اور صرف اسی کی عبادت کرنا توکل اور اللہ پر اعتماد ایمان کا جزو خاص ہے۔ جس شخص کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ نفع و نقصان اسی کے قبضہ قدرت میں ہے وہ راضی اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ اسے مستقبل کا خوف اندیشوں میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ رحمت خداوندی اس کے دل میں بسیرا کر لیتی ہے۔ قرآن کی حیران کر دینے والی خصوصیات میں سے ایک خاصیت جسے عجائب القرآن بھی کہتے ہیں وہ اطمینان قلب ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت دل و روح کو سکون نہیں دے سکتی۔ انسان اپنی محدود سوچ کی وجہ سے بظاہر اپنے سے زیادہ طاقتور نظر آنے والی اشیاء سے خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جب قرآن اسے احساس دلاتا ہے کہ ان تمام مسحور کر دینے والی طاقتوں کے اوپر بھی ایک طاقت ہے جس کے قبضہ میں اختیارات کل ہیں اور جس کے کلمہ کُن سے پوری کائنات کا نقشہ بدل سکتا ہے۔ اس وقت انسان اپنے رب کی رحمت اور خیر کے سائے تلے سکینت کے مزے لوٹتا ہے۔

رب تعالیٰ قرآن میں اپنے بندوں کو اپنی رحمت اور اختیارات سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ"

ترجمہ: "کیا یہ لوگ اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو پر پھیلاتے اور سکیڑتے نہیں دیکھتے رحمن کے سوا کوئی نہیں جو انھیں تھامے ہوئے ہے۔" **(۸۵)**

اس آیت مبارکہ میں لفظ "آمسک" کا معنی ہے قبضہ میں رکھنا، پکڑنا، تھامنا، روکنا۔ ان سب معانی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پرندے حکم ربانی پر عمل کرتے ہیں۔ وہ اپنے رب پر بھروسا کرتے ہوئے میلوں کے فاصلے طے کرتے ہیں۔ ان کا رب انھیں رزق بھی دیتا ہے سفر میں رہنمائی بھی کرتا ہے اور زمین آسمان کے درمیان ٹھہراؤ عطا کرتا ہے۔ لیکن اسی ٹھہراؤ کے ساتھ ساتھ وہ طویل مسافتیں بھی طے کرتے ہیں۔ یہ رب تعالیٰ کے عجائب قدرت ہیں جو انسان کو اللہ پر توکل عطا کرتے ہیں۔ توکل علی اللہ ایسی نعمت ہے جو بشارتوں اور برکات خداوندی سے لبریز ہے۔ اللہ کے مومن بندے اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اپنے رب پر بھروسا ان کے اندر وہ روحانی طاقت پیدا کر دیتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے ہر خوف پر قابو پا لیتا ہے۔ "توکل خوف و قلق پر غلبہ پانے کا ایک روحانی توشہ ہے۔ یہ عقیدہ نازک ترین اور خطرناک حالات میں مومن کی اندر جرات و بے باکی پیدا کرتا ہے اور اسے وہ سکینت عطا کرتا ہے جس سے اس سرزمین کے بیشتر باشندے محروم ہیں۔" **(۸۶)**

خلاصہ کلام:

عصر حاضر میں انسانیت کو مختلف قسم کے سنگین چیلنجز کا سامنا ہے۔ معاشرتی عدم مساوات، مذہبی تعصب، نسل پرستی، جنگ و جدل، طبقاتی تقسیم، خود غرضی، بے حسی، مفاد پرستی اور عالمی سطح پر انسانی حقوق کی پامالی جیسے

مسائل بنی نوع انسانی مقام و مرتبہ کے لیے آزمائش کا باعث ھیں۔ اس عدم برداشت اور پر تشدد ماحول میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسانوں کے مابین باہمی احترام رواداری اور اخوت کو فروغ دیا جائے۔ اسلامی تعلیمات میں ہمیشہ انسانیت کی عزت و تکریم پر زور دیا گیا ھے۔ اسلام نے انسانی فضیلت کا جو تصور پیش کیا ھے، وہ بلا تفریق رنگ و نسل ہر انسان کے لیے ہے۔ اسلام کی نظر میں سب انسان برابر ھیں۔ تکریم انسانیت کے احیاء کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے ارد گرد کے لوگوں کے ساتھ انصاف، محبت اور احترام کا رویہ اپنائیں۔ مختلف قوموں، مذہبوں، اور ثقافتوں کے درمیان فرق کو قبول کرتے ہوئے ایک دوسرے کی عزت کریں اور باہمی تعاون کو فروغ دیں انسانی وقار کا احترام ہر فرد کی بنیادی ضرورت ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کی عزت اور احترام کرنا چاہیے، چاہے ہماری سوچ، عقائد، یا ثقافتیں مختلف ہوں۔ باہمی احترام سے معاشرتی ہم آہنگی اور عالمی امن کو فروغ ملتا ہے۔ تکریم انسانیت کے احیاء ایک مسلسل اور عالمگیر عمل ہے جس کے لیے ہمیں اپنے افعال اور طرز فکر میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم عدل و انصاف، محبت و احترام، اخلاص نیت اور باہمی تعاون کو اپنی زندگیوں میں شامل کرلیں تو ہم ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کر سکتے ہیں جہاں انسانیت کی قدر و منزلت سب سے بڑھ کر ہو۔ اس عمل سے ناصرف فرد بلکہ پورا معاشرہ امن خوشحالی اور ترقی کی راہ پر گامزن ھو جائے گا۔

سفارشات:

- سوشل میڈیا کے ذریعے اعلی اخلاقی اقدار کے حوالے سے قرآنی آیات ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پوسٹ کی جائیں۔
- ابتدائی جماعتوں سے اعلی سطح تک تعلیمی نصاب میں اخلاقی اقدار کی اسلامی تعلیمات کو لازمی شامل کیا جائے۔
- علماء کرام اور اساتذہ کرام اپنے اپنے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے افراد معاشرہ کو بطور نائب الہی انکے مقام اور مقصد حیات سے آگاہ کریں۔
- عالمی امن کے قیام کے لیے بین الاقوامی سطح پر اقوام متحدہ کی قراردادوں کے عملی نفاذ کے لیے بڑی طاقتیں ملکر کام کریں۔
- لوگوں میں بڑھتے ہوئے عدم برداشت اور تشدد کے رجحانات کے خاتمے کے لیے حکومت سماجی و ثقافتی پروگرام کا انعقاد کروائے جس میں باہمی محبت اور تعاون کا درس دیا جائے۔
- معاشرتی بے سکونی اور ڈپریشن کے خاتمے کے لیے نفسیاتی علاج کے پروگرام منعقد کروائے جائیں جن میں قرآنی سورتوں کے ذریعے قلبی و روحانی سکون کی تھراپی کروائی جائے۔

حوالہ جات:

1۔ فیروز الدین مولوی فیرو اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۱۷۳

2۔ القزوینی، احمد بن فارس، ابو الحسین (مقاييس الفقہ، بیروت، ۱۹۷۰ء)۵(۱۷۲۔۱۷۱)

3 ۔ فیروز الدین، قاضی، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۱۷۳

4۔ الجوھری، اسماعیل بن حماد، ابو نصر، الصحاحتاج الفقہ وصحاح العربیتہ (دار العلم بیروت ۱۹۸۷ء)۵۔۲۰۵-۲۱

5۔ فیروز الدین، فیروز اللغات اردو، ص ۱۳۳، کراچی

6۔ دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری، جے اے سمپسن اور ای ایس سی وینر، کلیرینڈن پریس آکسفورڈ، ۱۹۸۹، دوسرا ایڈیشن والیوم ۷، ہیٹ انٹروکیم، صفحہ ۴۹۷

7۔ الطبري، محمد بن جریر، ابو جعفر، جامع البیان عن تاویل القرآن (موئسستہ الرسالہ بیروت (۱۹۸۶)۱۵:۸۵

8۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابولفداء تفسیر القرآن العظیم (دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۹۶۴ء)۹:۲۹۳

9 ۔ الزمر (۳۹)۳۳

10۔ راغب اصفھانی، ابو القاسم الحسین بن محمد، امام، مفردات فی القرآن، المکتبہ القاسمیہ، لاہور، ۱۹۶۳ء، ۳۔۱۵۷

12۔ الاسرء(۱۷)۷۰ 11۔ البقرہ(۲)۴۷

بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب: اذا سلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ وھل یعرض علی الصبي الاسلام، جلد

13۔ اول، ص ۱۸۱، مکتبہ

اشرفیہ دیوبند۔

14۔ الزریات (۵۱)۵۶

15۔ جیلانی، عبد القادر، شیخ، غنیۃ الطالبین، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۹ء، ص ۲۴۴

16۔ قشیری، ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن، امام رسالہ قشیریہ ص ۳۱۲، ۳۱۳

17۔ التین (۹۵)۴

18۔ الحجر (۱۵)۲۹

19 ۔ الغزالي، محمد بن محمد بن احمد طوسی، امام، احیاء العلوم الدین، دار الاشاعت، کراچی ۱۹۷۸ء، جلد ایک، ص۔۲۲۸

20۔ البقرہ(۲)۳۰

21۔ الاحزاب (۳۳)۷۲

22 ۔ ابن کثیر عماد الدین، حافظ، امام، تفسیر ابن کثیر کارخانہ تجارت کتب، کراچی ۴۔۵۲۴

23۔ لقمان (۳۱)۲۰

24۔الحج(۲۲)۶۵

25۔ابراہیم(۱۴)۳۲

26۔البقرہ(۲)۲۹

27۔المائدہ(۵)۳۲

28۔یس(۳۶)۶۹،۷۰

29 ۔مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان، القرآن، لاہور، ۱۹۸۳ء، ۵۔۔۲۴۸

30۔المومنون(۲۳)۷۸

31 ۔راغب اصفہانی، ابوالقاسم حسین بن محمد، امام المفردات فی غریب القرآن، المکتبہ القاسمیہ، لاہور، ۱۹۶۳ء، ۲۔۔۲۷

32۔بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، کتاب الایمان، مکتبہ غوثیہ، کراچی، س ن، ۱۔۔۷

33۔الرعد(۱۳)۲۷

34۔الواقعہ(۵۶)۶۷۔۶۸

35۔ابن رشد، ابوالولید محمد، المتوفی، 1لکشف عن مناھج الادلۃ فی عقاید الملۃ، طبعۃ المحمودیۃ، القاہرہ۱۹۶۸ء، ص ۶۵

36 ۔سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ، رقم الحدیث: ۳۹۳۲، ج:۲، ص:۱۲۹۷، ط: داراحیاء التراث العربی

37 ۔مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الاول، رقم الحدیث: ۲۰۴، ج:۱، ص:۷۱، ط: دار الکتاب الاسلامی

38 ۔مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الاول رقم الحدیث: ۶، ج:۱، ص:۸، ط: دار الکتاب الاسلامی

39۔البقرہ(۲)۳۱۔۔۳۳

40 ۔الرحمن(۵۵)۱۔۔۴

41۔محمد شہاب الدین ندوی / اسلام اور جدید سائنس / المطبعۃ العربیۃ / لاہور، ص: ۱۸ / ط: ۱۹۷۸)

42۔فصلت(۴۱)۵۳

43 ۔الرعد(۱۳)۲

44 ۔یونس(۱۰)۵

45 ۔الصافات(۳۷)۶

46۔النحل(۱۶)۸۔۔۵

47۔چیپلن، جے پی، نفسیات کی ایک لغت، ڈیل پبلشنگ کمپنی، نیویارک، صفحہ ۴۹۷

48 ۔ابن منظور، محمد بن مکرم لسان العرب دار، ، صادر، بیروت، جلد ۱۴، ص ۳۵۸

49 ۔ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، جلد ۱۴، ص ۳۵۸

50 ۔ فیروزالدین، مولوی فیروااللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۴۷۸

51۔ ولیم، سموئل، شخصیت، ص۔ ۱۰۵

52 ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح البخاری، کتاب الاخلاق، داراحیاء التراث العربي، بیروت، ۲۰۰۱ء، حدیث نمبر ۳۳۴۶

53۔ میریم ویبسٹر آن لائن ڈکشنری۔ ۱۶ مارچ ۲۰۰۹

54 ۔ جے ایف فریڈریس (۲۳) جولائی (۲۰۱۰) کینیڈین دائرۃ المعارف

55۔ دہلوی، سید احمد فرہنگ آصفیہ، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور، ۱۸۹۸ء، ۳۔۔۲۷۷

56 ۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷،۵۱۳۷، ج ۴، ص ۲۸۹ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء ۳۔۔۱۰۰ مسند احمد، ۲۲۳۹۱

57۔ "اسٹینفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف فلسفہ"۔ سٹینفورڈ یونیورسٹی۔ 9 جولائی ۲۰۰۷، والیوم ۲

58۔ "اسٹینفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف فلسفہ"۔ سٹینفورڈ یونیورسٹی۔ 9 جولائی ۲۰۰۷، والیوم ۲

59 ۔ شمس الدین مصطفی، 1 نوار اللغات وار بار الکمات، جامعتہ الاسکندریہ، جلد اول، س ن، ص ۲۹۳

60 ۔ الغزالي، محمد بن محمد بن احمد طوسی، امام 1 حیاء العلوم الدین، جلد سوم، س ن، ص ۹۳

61۔ الدھلوی، ولی اللہ، شاہ، حجتہ اللہ البالغہ، (مترجم: الخلیل احمد)، اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۲۵۴

۔ ابوداوٗد، سلیمان بن اشعث امام، سنن ابوداوٗد، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق اسلامی اکادمی ۴۷۹۸: لاہور، ۱۹۸۳ء،

62 حدیث نمبر ۴۷۹۸

63 ۔ الروم (۳۰) ۳۰

64 ۔ مودودی، ابوالاعلیٰ سید مولانا، تفہیم القرآن ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۳ء، جلد ۲، ص ۵۶۵

65 ۔ المائدہ (۵) ۸

66 ۔ قادری، احمد عروج، سید مولانا، قرآن کا فلسفہ اخلاص، ص ۸۶

67 ۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکر اقبال، سیوننتھ سکائی پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۲۵۷

68 ۔ القیامہ (۷۵) ۳۔۴

69 ۔ یحیی، بارون معجزات قرآنی (مترجم شیر محمد)، ص ۶۵

70 ۔ الفرقان (۲۵) ۲

71 ۔ النحل (۱۶) ۶۶

72۔ الغزالی، محمد بن محمد بن محمد بن طوسی، امام، کیمیائے سعادت، علمی و فرہنگی مکتبہ، تہران، ۱۳۱۸ھ، ص ۷۵۹

73 ۔ الزمر (۳۹) ۲

74۔ الذاریات (۵۱) ۵۶

75 ۔الاعراف(۷)۱۷۲

76۔ھود(۱۱)۷

77۔ابن کثیر، عماد الدین، حافظ، تفسیر ابن کثیر (مترجم: مولانا محمد جونا گڑھی)، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص۵۸۷

78 ۔الرحمن(۵۵)۵

79 ۔الرحمن(۵۵)۱۹۔۲۰

80 ۔البقرہ(۲)۸۳

81۔ابوداؤد، سلیمان بن اشعث امام، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، حدیث نمبر: ۴۸۰۱

82 ۔علی بن ابی طالب، حضرت امیر المؤمنین، نہج البلاغہ (مترجم: علامہ مفتی جعفر حسین)، خطبہ ۱۳

83 ۔الانفال(۸)۲

84 ۔ق(۵۰)۹-۱۱ق

85 ۔الملک(۶۷)۱۹

86 ۔طبارہ، عفیف عبد الفتاح، علامہ، 1سلام میں روحانیت کا تصور، (مترجم: ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی)، مرکز مکتبہ